ناگ راجا

سیّد عابد علی عابد

مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

ناگ راجا

سید عابد علی عابد

مکتبہ پیام تعلیم ۔ جامعہ نگر ۔ نئی دہلی ۔ ۲۵

© سید عابد علی عابد
باجازت شیما مجید

تقسیم کار

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۔110025

شاخیں

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، (ایرکنڈیشنڈ) جامعہ نگر، نئی دہلی ۔110025

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار۔ جامع مسجد دہلی ۔110006

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنس بلڈنگ۔ ممبئی 400003

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ یونی ورسٹی مارکیٹ۔ علی گڑھ ۔202002

مارچ 2012ء　　تعداد: 1000　　قیمت: -/20 روپے

کلاسک آرٹ پرنٹرس، چاندنی محل، دریا گنج، نئی دہلی ۲ میں طبع ہوئی۔

بہت دنوں کی بات ہے ۔ بنگال میں ایک سوداگر تھا۔ جس کا کاروبار دُور دُور تک پھیلا ہُوا تھا ۔ اُس کے بارہ بحری جہاز تھے ۔ جن میں وہ اپنا مال و اسباب لاد لاد کر دُوسرے مُلکوں میں بیچنے کے لیے بھیجا کرتا تھا، اور بڑی قیمت پاتا تھا۔

خدا کا کرنا کیا ہُوا کہ سوداگر بے چارے کے بُرے دن آ گئے ۔ اُس کی بیوی بیمار ہو گئی اور وُہ کُڑھ کُڑھ کر

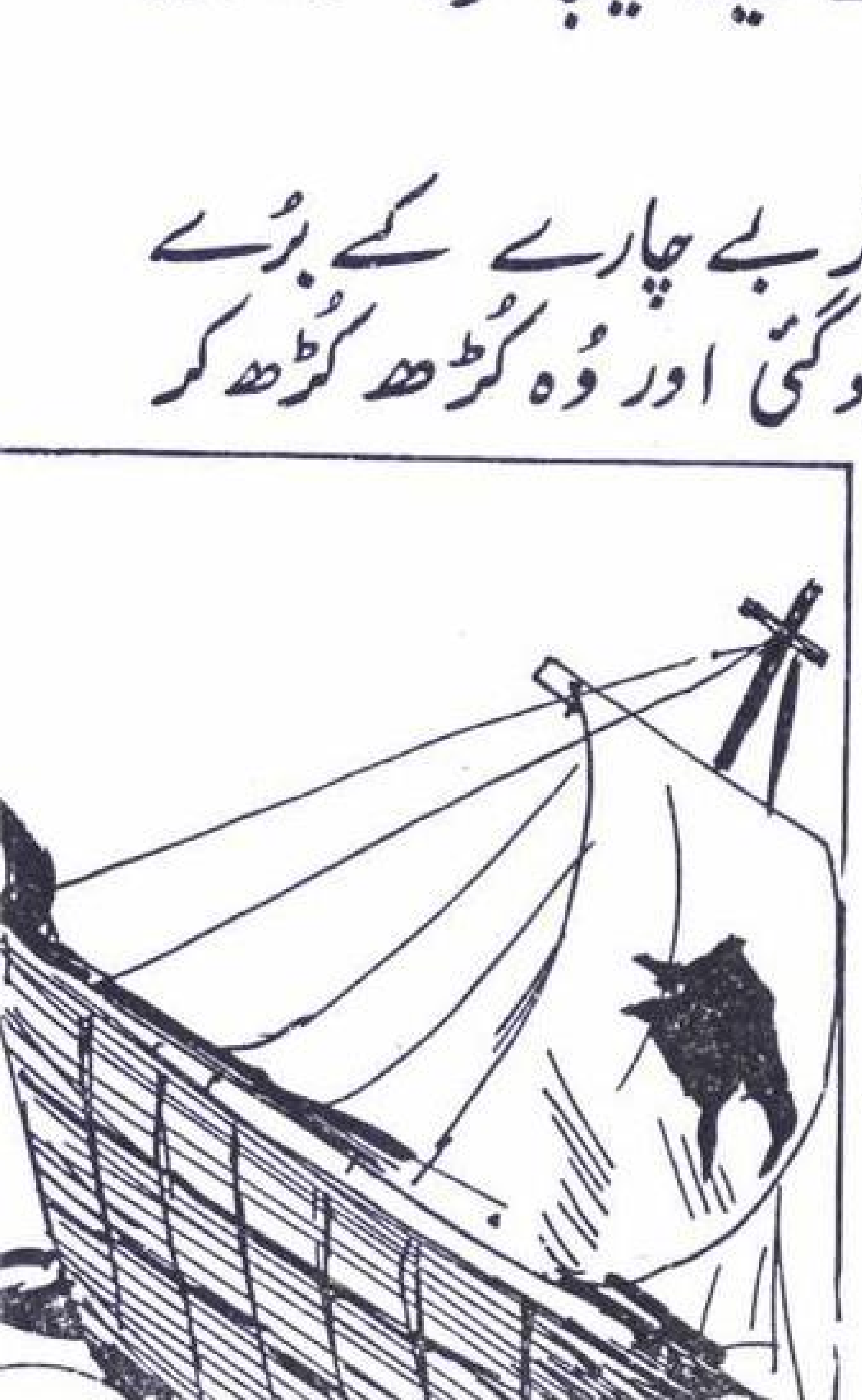

مر گئی ۔ اس کے سارے جہاز ایک ایک کر کے ڈوب گئے۔ جہازوں پر جو مال و اسباب لدا ہُوا تھا وہ بھی ڈوب گیا اور سوداگر بے چارا کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گیا۔

سوداگر کے دوستوں نے جب یہ حال دیکھا، تو اُن سب نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بے چارہ کیا کرتا، شہر کو چھوڑ چھاڑ کر گاؤں میں جا بسا۔

سوداگر کی تین لڑکیاں تھیں۔ اُس نے ایک دن اپنی تینوں لڑکیوں کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا:

"پیاری بیٹیو! ہم پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ تم دیکھتی ہو کہ نوکر چاکر تو کوئی ہے نہیں جو کام کاج کرے۔ ہماری یہ حالت دیکھ کر وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ اب تو کھانا پکانا، ریندھنا، سینا پرونا، یہ سب کام تم تینوں بہنوں کو مل کر کرنے پڑیں گے۔"

دونوں بڑی لڑکیوں نے اپنے باپ کی یہ بات سُن کر تیوریاں چڑھائیں اور پھر تنک کر بولیں:

"نا بابا! ہم سے یہ گھر کا کام کاج نہ ہو گا۔"

لیکن سوداگر کی سب سے چھوٹی لڑکی نے جس کا نام گلابی

تھا، اپنے باپ کو تسلّی دی اور کہنے لگی :

" بابا جان ! آپ اپنا جی بھاری نہ کریں ۔ میں گھر کا سب کام سنبھال لوں گی ۔"

اب ہوا یہ کہ سوداگر کی دونوں بڑی لڑکیاں تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتیں اور سب سے چھوٹی لڑکی گلابی گھر کا سارا کام کیا کرتی ۔ بے چاری کپڑے دھوتی ، برتن مانجھتی ، سب کے لیے کھانا پکاتی ، بستر بچھاتی اور رات کو تھک کے چُور ہو کر پڑ رہتی۔

اسی طرح کئی ماہ بیت گئے اور پھر خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ایک دن سوداگر کو یہ خبر ملی کہ اس کے تین جہاز ڈوبے نہیں تھے بلکہ سمندر میں زبردست طوفان آنے کی وجہ سے وہ وقت پر نہیں پہنچ سکے تھے ۔

اب وہ بندرگاہ میں لنگر ڈالے کھڑے تھے اور ان جہازوں پر لاکھوں روپوں کا سامان لدا ہوا تھا ۔ سامان بہت قیمتی تھا ۔"

سوداگر نے جب یہ خبر سُنی

تو وہ پھُولے نہ سمایا۔ خوشی خوشی اُس نے اپنی تینوں لڑکیوں کو اپنے پاس بُلایا اور خوش خبری سُناتے ہوئے کہا :

"پیاری بیٹیو! خدا نے ہمارے یہ مصیبت کے دن ختم کر دیے ہیں۔ مَیں اب شہر جا رہا ہُوں۔ بتاؤ وہاں سے تمہارے لیے کیا کیا تحفہ لاؤں!"

بڑی لڑکی نے کہا :

"بابا جان! میرے لیے تو سونے کا ایک خُوبصُورت جھُومر لائیے گا۔ جس میں سچّے موتی جڑے ہوں۔"

منجھلی لڑکی بولی :

"پیارے ابّا جان! مجھے تو نیلے رنگ کی ریشمی ساری لا دیجیے۔ جس پر سفید ستارے ٹکے ہوں۔"

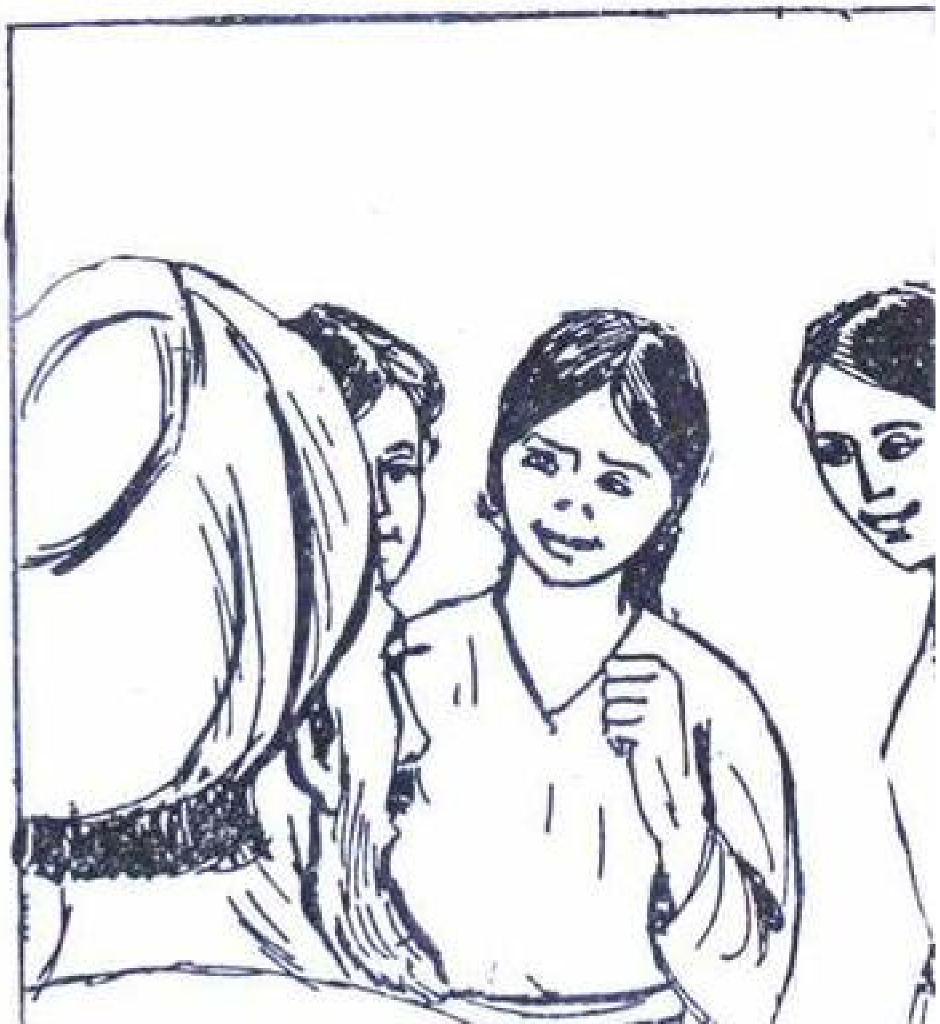

سوداگر کی سب سے چھوٹی لڑکی گلابی نے کہا

"اچھے بابا جان! مجھے تو اس بات کی خوشی ہے کہ خدا نے ہمارے تین جہاز تباہ ہونے سے بچا لیے اور وہ سامان سمیت

____ ہمیں واپس مل گئے۔ بس آپ خیریت سے واپس گھر آجائیں اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

لیکن سوداگر نے بیٹی کو پیار کرتے ہوئے کہا :

" نہیں بیٹی ! کچھ تو منگواؤ !"

گلابی نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا :

" اچھا ابّا جان ! اگر آپ کی خوشی اِسی میں ہے تو پھر میرے لیے گلاب کا ایک پھول لائیے گا، جس کی بھینی بھینی مہک سے دماغ تازہ ہو جائے۔"

دوسرے دن سوداگر خدا کا نام لے کر شہر روانہ ہو گیا۔ شہر پہنچنے کے بعد سوداگر نے اپنا مال بازار میں فروخت کیا، اور لاکھوں روپے کا نفع کمایا۔ جب سارا مال فروخت ہو گیا اور اُسے فرصت ملی تو سب سے پہلے اُس نے اپنی بڑی بیٹی کے لیے جھومر خریدا۔ اس کے بعد منجھلی بیٹی کے لیے ریشمی ساری خریدی۔ نیلے رنگ کی ساری پر سفید ستارے جگ مگ جگ مگ

کرتے بہت خُوب صُورت دکھائی دے رہے تھے۔

اب سوداگر نے سب سے چھوٹی بیٹی گلابی کے لیے گلاب کا پھُول خریدنے کے لیے بازار میں گھُومنا شروع کیا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ سارا دن تلاش کرنے کے بعد بھی گلاب کا پھُول کہیں نہ ملا۔

ایک دن کی بات ہے۔ سوداگر گلاب کے پھُول کی تلاش میں بازار میں مارا مارا پھر رہا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر کالے کالے بادل گھر کر آئے اور پھر بڑے زور کا مُوسلا دھار مینہہ برسنے لگا۔

سوداگر نے اِدھر اُدھر کوئی پناہ گاہ تلاش کی، مگر ہر طرف سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ اچانک بہت زور کی بجلی کڑکی، تو اس کی روشنی میں سوداگر کو کچھ ہی فاصلے پر ایک عالی شان مکان نظر آیا۔ سوداگر بھاگتا ہُوا وہاں پہنچا۔ وہ مکان اِتنا اُونچا تھا کہ آسمان سے باتیں کرتا تھا۔ مینہہ سے بچنے کے لیے سوداگر

اسی مکان میں داخل ہو گیا۔

سوداگر جب مکان کے اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بہت بڑے کمرے میں اعلا درجے کے قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اور بیسیوں چھوٹی چھوٹی پلنگڑیاں پڑی ہیں، جن کے پائے سونے کے ہیں۔

سوداگر ایک پلنگڑی پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ شاید یہ کسی راجا کا محل ہے۔ کوئی گھنٹہ بھر سوداگر وہاں بیٹھا رہا، لیکن مینہہ تھا کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اب سوداگر کو بھوک بھی ستانے لگی تھی۔ اچانک وہ کیا دیکھتا ہے، کہ اس کے سامنے ایک میز پر دستر خوان بچھا ہے اور اس پر رنگ رنگ کی پلیٹوں میں طرح طرح کے خوشبودار کھانے رکھے ہیں۔ سوداگر نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اِتنے میں مینہہ بھی ختم ہو چکا تھا۔

اب سوداگر اُٹھا کہ مکان کے مالک سے مل کر اُس کی مہمان نوازی

کا شکریہ ادا کرے۔ اس نے مکان کا کونہ کونہ چھان مارا۔ لیکن وہاں کوئی آدمی تو کیا پرندہ بھی نظر نہ آیا۔ سوداگر بڑا حیران ہُوا۔ آخر وہ مایوس ہو کر باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ دروازے تک نہیں پہنچا تھا کہ اسے دروازے کے دائیں طرف تھوڑی سی روشنی دکھائی دی۔ وہ اس جانب بڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ باہر ایک خوب صورت لان ہے، جہاں بہت سے پھولوں کے گملے رکھے ہُوئے ہیں جن میں رنگ رنگ کے پھول کھلے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک گملے میں گلاب کے پھول بھی لگے ہُوئے ہیں اور تین گلاب کے پھول عجب بہار دکھا رہے تھے۔

سوداگر خوشی سے اُچھل پڑا۔ وہ لپک کر وہاں پہنچا اور ابھی وہ ایک پھول توڑنے ہی والا تھا کہ اُس کے پاؤں کے قریب ہی ایک سنہرے رنگ کا سانپ پھنکارتا ہُوا نکلا اور سر ہلا کر بولا :

"کیوں میاں سوداگر! بھلائی

کا بدلہ تم بُرائی سے دے رہے ہو۔ مَیں نے تو تمھارے لیے اپنے محل کے دروازے کھول دیے اور تمھیں اِس طوفانی بارش میں پناہ دی۔ تمھیں بھُوک لگی تو کھانا کھلایا۔ ہر طرح کا آرام پہنچایا۔ اور اب جاتی دفعہ تم میرے پھُول توڑ کر لے جانا چاہتے تھے۔"

سوداگر نے ہکلاتے ہُوئے جواب دیا :

"نہیں نہیں ..... ناگ راجا! ایسی بات نہیں۔ مَیں نے تو مکان کے مالک کو بہت تلاش کیا۔ سارے کمرے چھان مارے تھے، لیکن مجھے یہاں کوئی مِلا ہی نہیں۔ مجھے تو اپنی سب سے چھوٹی لڑکی کے لیے صرف ایک گلاب کا پھُول چاہیے۔ اگر آپ دے دیں، تو ....!"

ناگ راجا نے سوداگر کی بات کاٹ کر پھُنکارتے ہُوئے جواب دیا :

"بس بس میاں سوداگر! اب بڑھ بڑھ کے باتیں نہ بناؤ۔ مَیں جانتا ہُوں کہ تمھاری تین

لڑکیاں ہیں۔ سب سے چھوٹی لڑکی نے تم سے گلاب کا پھول لانے کی فرمائش کی تھی۔ اب تم گھر جاؤ اور سب سے چھوٹی لڑکی کو میرے پاس لے کر آؤ۔ وہ اب میرے پاس اِس محل میں رہے گی، کیوں کہ مَیں یہاں اکیلا رہتا ہُوں اور اُس کے آجانے سے میرا دل بھی بہل جائے گا، اور تم یہ نہ سمجھنا کہ تم یہاں سے جانے کے بعد مجھ سے بچ جاؤ گے۔ مَیں تم کو دس دن کی مُہلت دیتا ہُوں۔ خُوب سوچ سمجھ لو۔ دسویں دن اگر لڑکی یہاں نہ پہنچی تو مَیں خود تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا اور تم چاروں باپ بیٹیوں کو ڈس کر ختم کر دُوں گا۔ لہٰذا بھاگنے کی ہرگز کوشش نہ کرنا۔ کیوں کہ تم بھاگ کر جہاں بھی جاؤ گے، مَیں تمھارا پیچھا ضرور کروں گا۔"

بے چارہ سوداگر ناگ راجا کی بات سُن کر ہکّا بکّا رہ گیا۔ اور روتا پیٹتا وہاں سے اپنے گاؤں روانہ ہو گیا۔ وہ شام کو گھر پہنچ گیا۔

سوداگر جب دونوں بڑی

لڑکیوں کو ان کے تحفے جھومر اور ساری دے چکا، تو گلابی کی طرف دیکھ کر رونے لگا۔

گلابی نے پوچھا :

"بابا جان! کیا بات ہے۔ آپ روتے کیوں ہیں"۔

بے چارے سوداگر نے ناگ راجا کا سارا قصّہ سنایا۔ قصہ سنتے ہی گلابی کی بہنوں نے روتے ہوئے اسے کوسنا شروع کر دیا :

" اور فرمائش کرو گلاب کے پھول کی۔ ہماری طرح تم بھی جھومر یا ساری منگوا لیتیں تو اس وقت یہ مصیبت کیوں آتی۔ اب کیا ہو گا؟"

گلابی نے اپنے باپ کو تسلّی دیتے ہوئے کہا :

"بابا جان! آپ بالکل فکر نہ کریں۔ آپ مجھے ناگ راجا کے پاس چھوڑ آئیں۔ ایسا نہ ہو کہ دن گزرنے کے بعد ناگ راجہ یہاں آجائے اور میرے منہ میں خاک، آپ کو اور میری

بہنوں کو ڈس لے۔"

سوداگر نے کہا :

"بیٹی ! میں کیسے تجھے وہاں چھوڑ آؤں۔ اگر وہاں تمھیں کچھ ہو گیا تو میں کیا کروں گا۔"

گلابی نے باپ کو تسلی دی اور کہا :

"ابّا جان ! جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ میں نے ناگ راجا کا کیا بگاڑا ہے جو وہ مجھے نقصان پہنچائے گا۔"

اب آٹھویں دن سوداگر نے اپنی بیٹی گلابی کو اپنے ساتھ لیا اور شہر کی طرف چل پڑا اور ناگ راجا کے محل میں جا پہنچا۔

ناگ راجا نے جب سوداگر کو دیکھا تو کہا :

"میاں سوداگر ! تم نے اچھا کیا ہے جو میرا کہنا مانا اور اپنی لڑکی کو میرے پاس لے آئے ہو۔ بس اب تم واپس چلے جاؤ۔ اور بے فکر رہو، گلابی کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔"

سوداگر نے اپنی بیٹی کو گلے سے لگایا اور روتا دھوتا گاؤں کی طرف لوٹ گیا۔ لیکن اُسے بیٹی کا ایسا صدمہ ہُوا تھا کہ وہ گھر آتے ہی بیمار پڑ گیا۔ ہر وقت بیٹی کو یاد کرتا اور آنسو بہاتا اور دل ہی دل میں کُڑھتا رہتا۔

اب ذرا گلابی کا قِصّہ سُنو! وہاں یہ صُورتِ حال تھی کہ گلابی اچھّے سے اچّھا کھاتی، اچّھے سے اچّھا پہنتی اور اچھی اچّھی کہانیاں سُنا کر ناگ راجا کا دل بہلاتی۔

جب شام ہوتی اور گلابی محل کے چراغوں کو جلاتی تو پھر ناگ راجا ہولے ہولے گلابی کے پاس آتا اور کہتا:

"تم مجھ سے شادی کر لو۔"

لیکن گلابی گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیتی:

"ناگ راجا! مَیں ڈرتی ہُوں۔ مجھے تم سے خوف آتا ہے۔"

یہ سُن کر ناگ راجا اداس ہو جاتا اور چپ چاپ چلا جاتا۔

اِسی طرح کئی دن بیت گئے۔ بے چاری گلابی اپنے باپ کی

جدائی میں اُداس اُداس رہنے لگی اور اپنے جی ہی جی میں ہر وقت کُڑھنے لگی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ گلابی اپنے کمرے میں بہت اُداس اور غمگین بیٹھی تھی کہ اچانک اس کی نظر ایک پلنگڑی پر پڑی۔ اُس نے دیکھا کہ پلنگڑی پر ایک چھوٹا سا شیشہ پڑا ہُوا ہے۔ اس نے وہ شیشہ اُٹھا کر جو دیکھا، تو معلوم ہُوا کہ اس میں تمام دُنیا کے حالات نظر آتے ہیں۔ کبھی تو کوئی بازار نظر آتا ہے، جس میں لوگ رنگ رنگ کے کپڑے پہنے چلتے پھرتے اور دکانوں پر خرید و فروخت کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی ہرے بھرے کھیت اور باغ دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی کوئی دریا دکھائی دیتا ہے۔ جس میں جہاز اور کشتیاں چل رہی ہیں۔

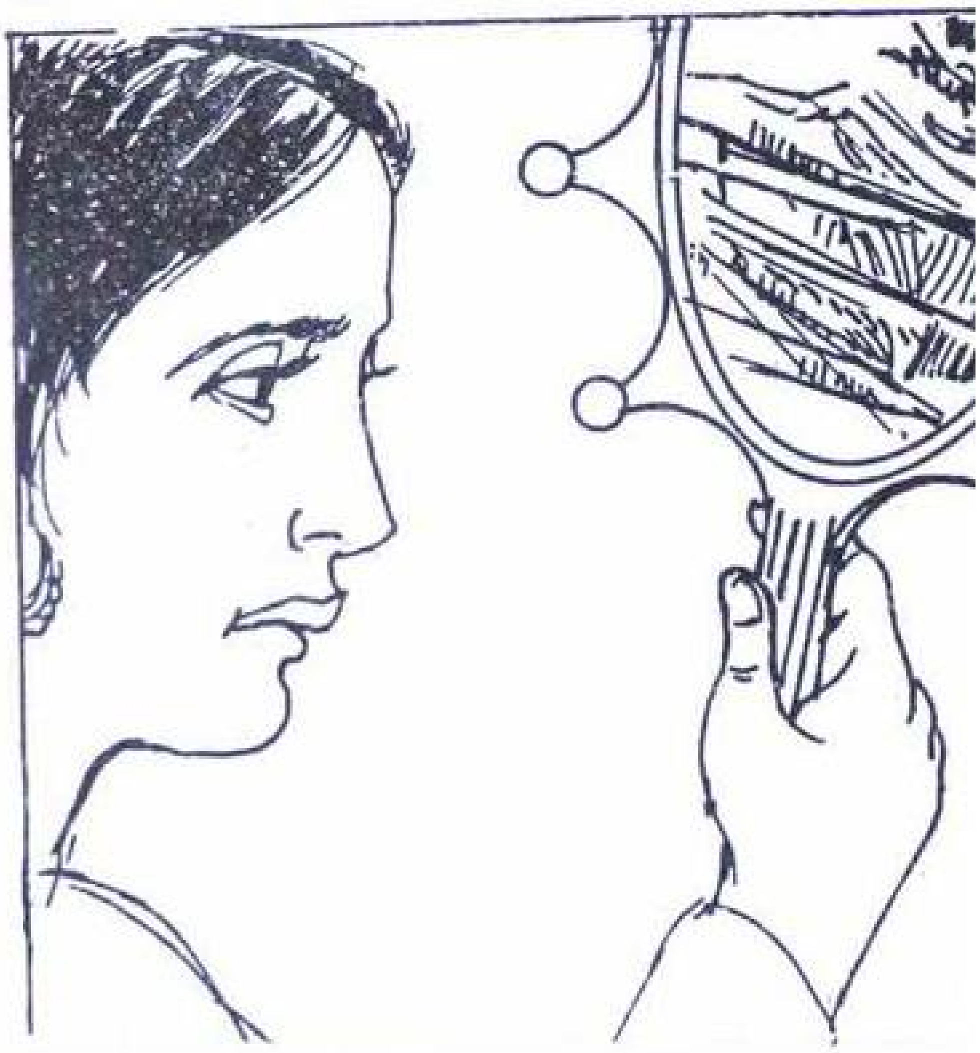

گلابی نے سوچا کیا ہی اچھا ہو، جو میرے بابا جان کی صُورت بھی اِس شیشے میں نظر آ جائے۔ یہ خیال دل میں آیا ہی تھا کہ جھٹ شیشے میں اُسے اپنا

گاؤں نظر آیا۔

وہاں کھیتوں میں کچھ لوگ کھیتی باڑی کر رہے تھے۔ کچھ لوگ گاؤں کی گلیوں اور کھیتوں کی پگ ڈنڈیوں پر اِدھر سے اِدھر آ جا رہے تھے۔

پھر وہ شیشے میں دیکھتی ہے کہ ندی کے کنارے لڑکیاں بالیاں کھیل رہی ہیں۔

پھر کیا دیکھتی ہے کہ سامنے اس کا اپنا مکان ہے۔ ایک کمرے میں اس کا باپ بیمار پڑا ہے۔ بال بکھرے ہوئے ہیں۔ چہرے کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا ہے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ بے چینی سے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف کروٹیں بدل رہا ہے۔ تکلیف کی شدّت کی

وجہ سے ہائے ہائے کرتا ہے، اور گلابی گلابی کہہ کے پکارتا ہے۔

گلابی نے جو شیشے میں اپنے باپ کی یہ حالت دیکھی تو اُسے بڑا صدمہ ہوا۔ اُس کا جی بھر آیا، اور وہ رونے لگی۔

رات کو جب ناگ راجا گلابی کے پاس آیا اور اُس نے گلابی کی یہ حالت دیکھی، تو گھبرا کر پُوچھا :

" گلابی ! کیا بات ہے ، تم نے یہ اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے اور رو کیوں رہی ہو ۔ مجھے جلدی بتاؤ ۔ کیا یہاں تمھیں کوئی تکلیف ہے ؟"

گلابی نے روتے ہُوئے کہا :

" ناگ راجا ! مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے ، لیکن میرا بُوڑھا باپ ..... ! تم ذرا اِس شیشے میں جھانک کر اُس کی حالت تو دیکھو ۔ وہ بے چارہ تو مرنے کے قریب آ گیا ہے ۔ خدا کے لیے مجھے میرے بابا کے پاس جانے دو ۔ مَیں اپنے بُوڑھے باپ کی تیمار داری کروں گی اور مَیں تم سے وعدہ کرتی ہُوں کہ جب میرا بیمار باپ اچّھا ہو گیا تو مَیں لوٹ کر واپس پھر تمھارے پاس آ جاؤں گی ۔"

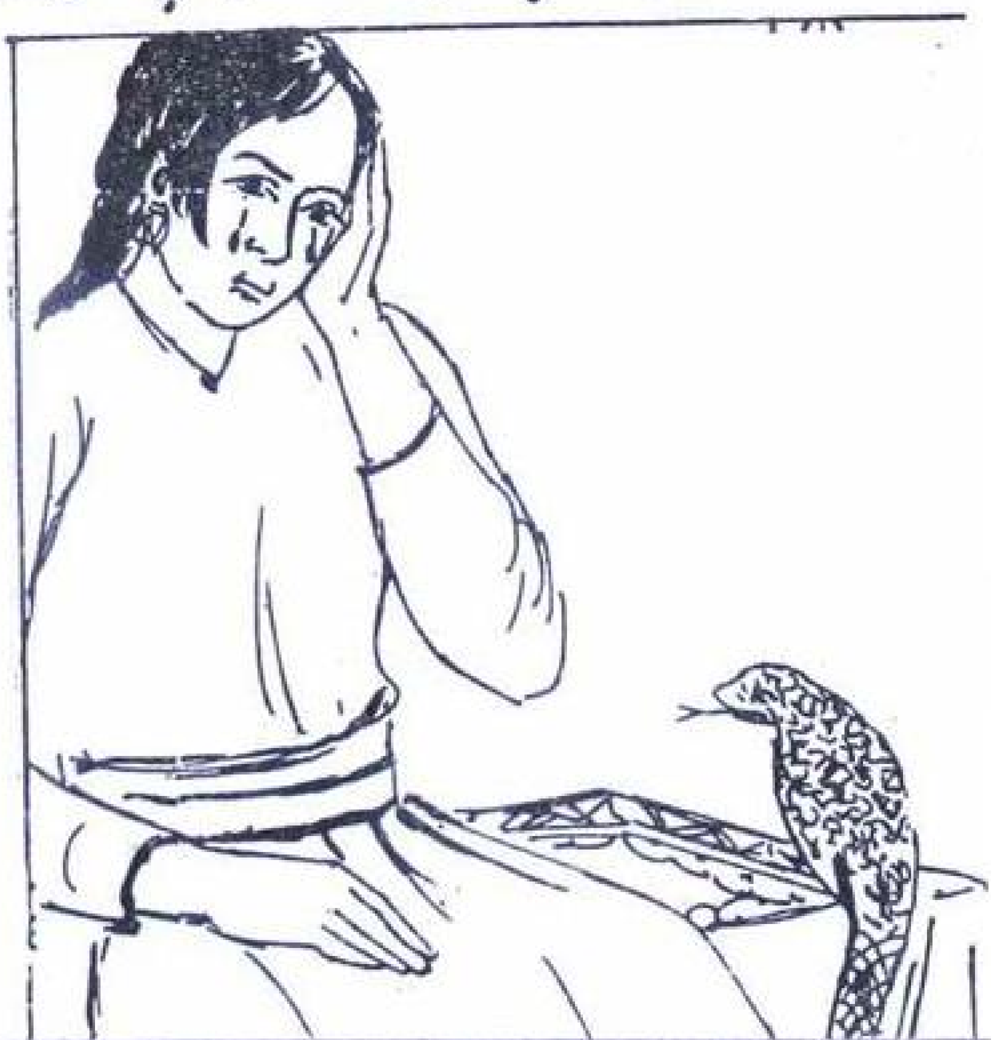

ناگ راجا بولا :

" اچھی بات ہے ۔ یہ سامنے

والی چھوٹی الماری کھولو۔ اس کے سب سے نیچے والے خانے میں ایک لکڑی کا چھوٹا سا صندوقچہ ملے گا۔ اس میں چاندی کی ایک انگوٹھی رکھی ہے۔ وہ اپنی اُنگلی میں پہن لو۔ تم دیکھتے ہی دیکھتے اپنے باپ کے پاس پہنچ جاؤ گی۔ میری طرف سے بھی اپنے باپ کی خیریت پُوچھنا۔ اللہ تیرے بابا کو بہت جلد اچّھا کر دے گا۔"

گلابی نے جلدی سے الماری کھول کر اس میں سے وہ صندوقچہ نکالا، اور چاندی کی انگوٹھی نکال کر اپنی اُنگلی میں پہن لی۔ جُوں ہی اس نے انگوٹھی پہنی۔ اُسے ایسے محسوس ہُوا گویا وہ فضا میں اُڑتی جا رہی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو لگی تو اُسے نیند آگئی، جب اُس کی آنکھ کھُلی، تو کیا دیکھتی ہے کہ اپنے باپ کے گھر پہنچ گئی ہے۔ وہ دوڑتی ہُوئی اپنے باپ کے کمرے میں گئی اور پھر "بابا جان!" کہتی ہُوئی اُس سے لپٹ گئی۔

باپ نے جب اپنی بیٹی کو

دیکھا، تو خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ اُسے گلے سے لگا لیا۔ اور آہستہ سے مُسکراتے ہُوئے کہنے لگا کہ میری بیٹی گلابی آ گئی ہے۔ اب مَیں اچّھا ہو جاؤں گا اور ہُوا بھی ایسا ہی۔

گلابی نے باپ کی ایسی خدمت کی کہ تھوڑے ہی دنوں میں بھلا چنگا ہو گیا اور اُٹھ کر اپنا کام کاج کرنے لگا۔

ایک دن سوداگر نے اپنی بیٹی سے پُوچھا :

"ناگ راجا کے محل میں تم پر کیا بیتی ؟"

بیٹی نے سارا قصّہ سُنایا، اور آخر میں کہا :

"بابا جان ! اور تو سب باتیں چھوڑیے۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ہر روز شام کو جب چراغوں میں روشنی ہوتی ہے تو ناگ راجا میرے پاس آ کر کہتا ہے : "گلابی ! تم مجھ سے شادی کر لو۔"

سوداگر نے پُوچھا :

"بیٹی ! تم ناگ راجا کو کیا جواب دیتی ہو !"

گلابی نے کہا :

"مَیں کہتی ہُوں، ناگ راجا !

مَیں ڈرتی ہُوں ۔ مجھے تم سے خوف آتا ہے ۔" میرا یہ جواب سُن کر ناگ راجا چُپ چاپ وہاں سے چلا جاتا ہے ۔

یہ سُن کر سوداگر کِسی گہری سوچ میں پڑ گیا اور بڑی دیر تک وہ سر جھکائے بیٹھا رہا ۔ آخر کہنے لگا :

" بیٹی ! اب کی دفعہ اگر ناگ راجا نے یہی بات کہی ، تو تم اس کو یہ جواب دینا ، اچھا ناگ راجا ، مَیں تم سے شادی کرنے کے لیے تیار ہُوں ۔"

گلابی نے حیران ہو کر کہا :

" ناگ سے شادی ! بابا جان ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ۔ مَیں ایک سانپ سے شادی کر لُوں !"

باپ نے اپنی بیٹی کو مسکرا کر جواب دیا :

" ہاں بیٹی ! اِس بات میں کچھ بھید ضرور لگتا ہے ۔ تُو میرا کہا مان ۔ دیکھ تو سہی خدا کیا کرتا ہے ۔"

گلابی نے کہا :

" اچھا بابا جان ! اب کے

ایسا ہی کروں گی۔"

اب سوداگر بالکل صحت یاب ہو گیا تھا۔ گلابی نے واپس جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اپنی بہنوں سے اور باپ سے ملی۔ اور پھر ہاتھ میں انگوٹھی پہن لی۔ پھر اُسے ایسا معلوم ہُوا گویا وہ ہوا میں اُڑتی جا رہی ہے۔ اُس کی آنکھیں نیند کے خمار سے بند ہو گئیں۔ اور جب اس کی آنکھ کھُلی تو کیا دیکھتی ہے کہ ناگ راجا کے محل میں پہنچ گئی ہے۔

ناگ راجا نے اُسے دیکھ کر کہا :

"تم آ گئی ہو گلابی ؟"

اور گلابی نے جواب دیا :

"میرے ابّا جان تندرست ہو گئے تو مَیں آ گئی ہُوں۔ کیونکہ مَیں نے تم سے وعدہ جو کیا ہُوا تھا۔"

شام کو چراغوں میں روشنی ہوئی تو ناگ راجا گلابی کے پاس آیا اور سر ہلا کر کہنے لگا :

"گلابی ! تم مجھ سے شادی کر لو۔"

پہلے تو گلابی کچھ ہچکچائی۔ لیکن پھر اپنے باپ کی نصیحت یاد آ گئی۔ اور حوصلہ کر کے بولی :

"اچھا ناگ راجا! میں تم سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اب تو تم خوش ہو۔"

اِدھر گلابی کے مُنہ سے یہ لفظ نکلے اور اُدھر ناگ راجا نے جیسے اپنی کینچلی سی اتار دی اور لوٹ پوٹ کر دیکھتے ہی دیکھتے ایک خوُب صُورت شہزادہ بن گیا۔ یہ زرق برق کپڑے، سُندر مُکھڑا۔ لمبا قد۔ گورا رنگ۔

گلابی نے حیران ہو کر کہا :

"ارے، یہ کیا؟ وہ سانپ کہاں گیا؟"

شہزادے نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا :

"بات یہ ہے گلابی! ایک ظالم جادوگرنی نے مجھے جادُو کے زور سے سانپ بنا دیا تھا، اور اِس منتر کا توڑ یہ بنایا تھا کہ جب کوئی لڑکی تم سے شادی کرنے پر تیّار ہو جائے گی تو تُم

سانپ کا چولا چھوڑ کر اپنی انسانی شکل میں واپس آ جاؤ گے۔ تم نے بڑے حوصلے سے کام لیا ہے گلابی، جو ایک سانپ سے شادی کرنے پر تیّار ہوئیں۔ تم ہی نے مجھے پھر سے نئی زندگی بخشی ہے۔ اب تم میرے ساتھ چلو۔ میرے باپ ایک بہت بڑے ملک کے بادشاہ ہیں وہ ایسی اچھّی بہو کو دیکھ کر باغ باغ ہو جائیں گے۔"

گلابی نے کہا:

"لیکن میرے ابّا جان اور میری بہنیں؟"

شہزادے نے کہا:

"اُن سب کو بھی میں اپنے پاس بلا لوں گا۔"

شہزادہ گلابی اور اس کے باپ اور بہنوں کو ساتھ لے کر اپنے ملک چلا گیا۔ بادشاہ اپنے بیٹے کو دیکھ کر نہال ہو گیا اور پھر دھوم دھام سے گلابی اور ناگ راجا کی شادی ہو گئی۔ شہزادے نے جب راجا کے مرنے پر گدّی سنبھالی، تو سوداگر کو اپنا وزیر مقرر کیا۔

NAAG RAJA

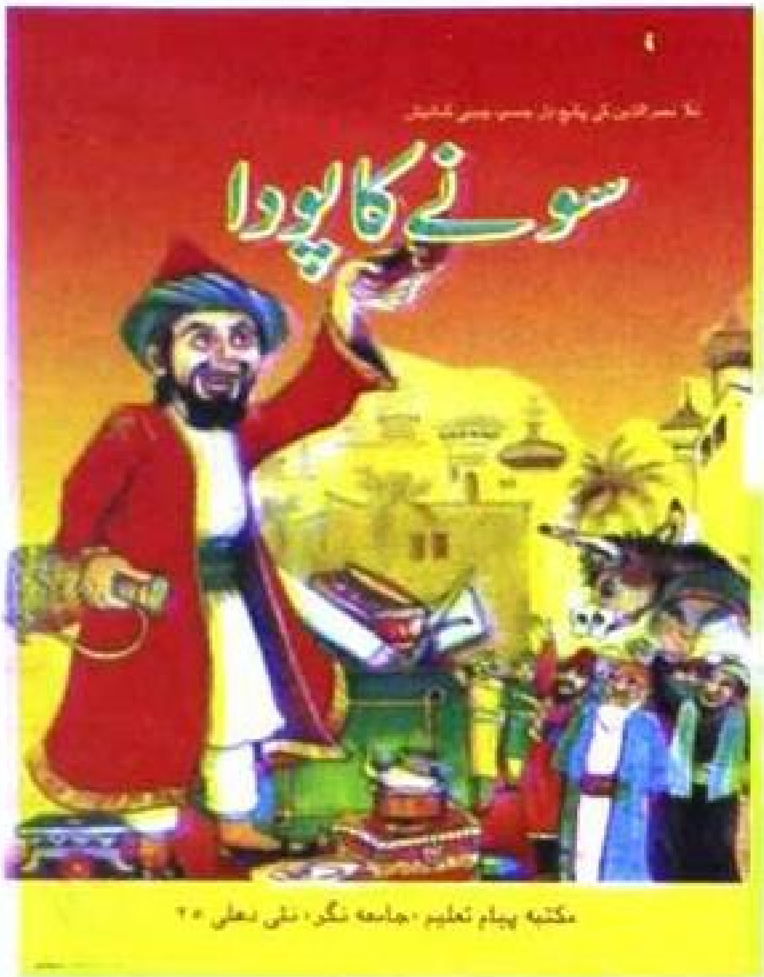

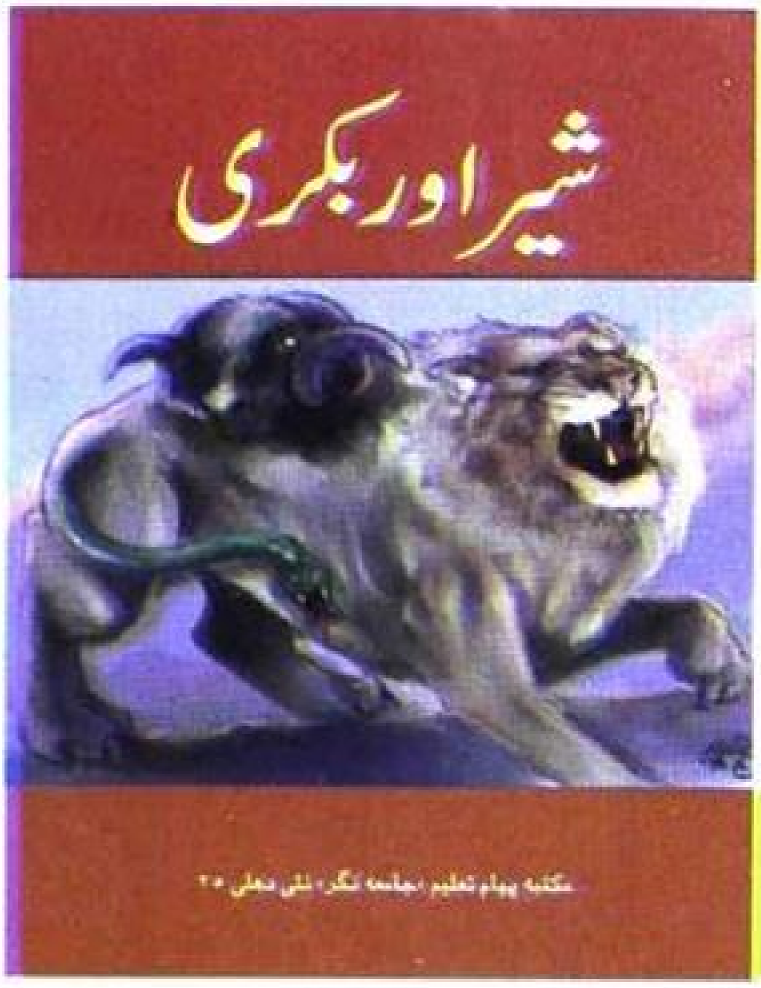

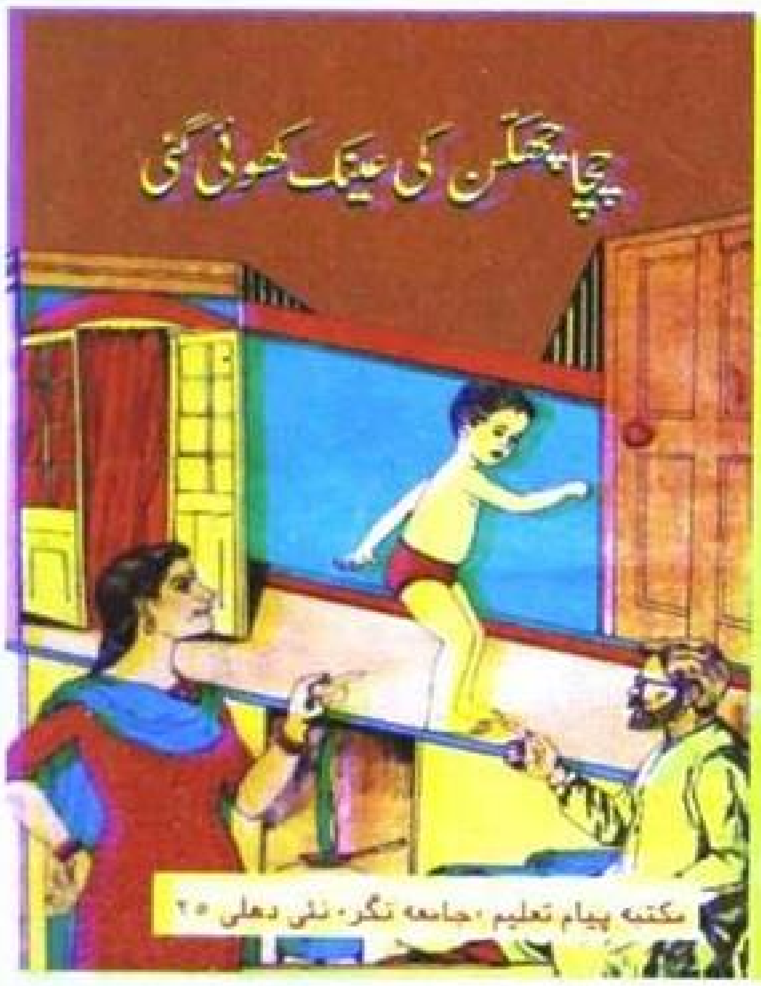

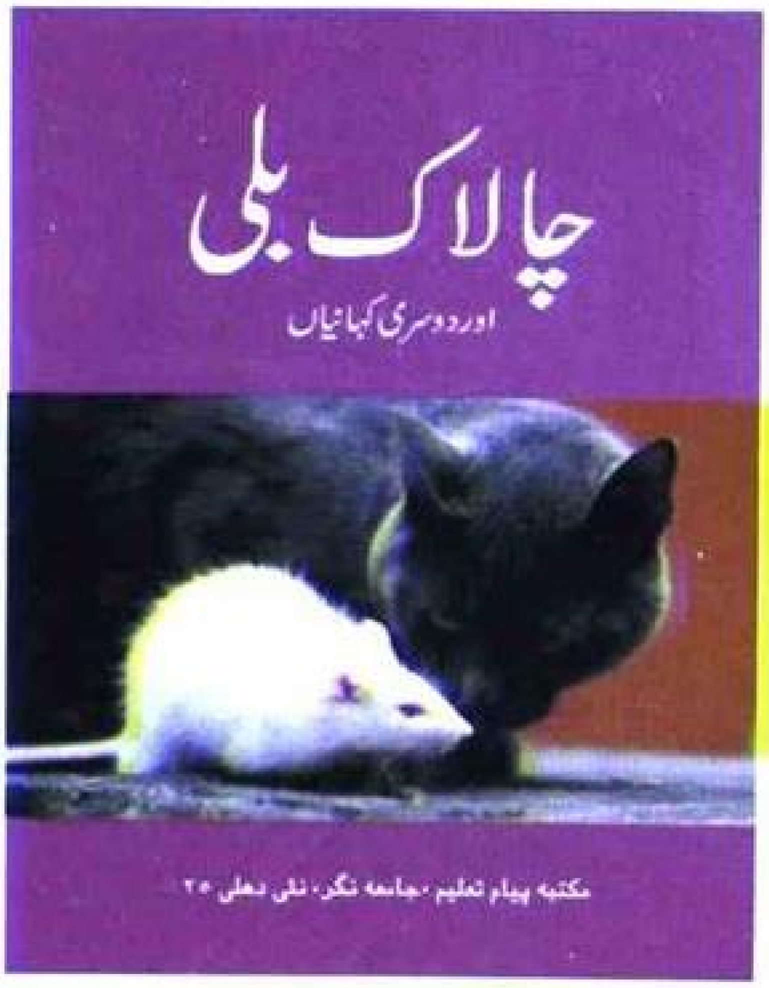

Maktaba Paym-I-Taleem
New Delhi-110025